''ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا''

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ممدوحِ اقبال، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اقبال ناشناس لوگوں کا نوحہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''کتاب اللہ کی بلاغت کے صدقے جایئے، خود بولتی ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہوں۔ بابولوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو، اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبالؒ کی طرح ہی پڑھ لو۔ دیکھا! اس نے قران کو ڈوب کر پڑھا تو دانشِ افرنگ پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ افسوس! تم نے اقبال کو سمجھا ہی نہیں۔ انگریز سمجھ لیتا تو اقبال تختہ دار پر ہوتے اور قوم سمجھ لیتی تو کبھی غلام نہ رہتی۔ وہ تمہارے بتکدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے۔'' (لاہور، ۱۹۴۶ء)

اقبال کہتے ہیں:

میکدے میں ایک دن اِک رندِ زیرک نے کہا
ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا

اگر اقبال کو اقبال کا مردِ مومن مان لیا جائے اور اقبال کو ہی دانائے راز بھی مان لیا جائے تو والیٔ شہر کی بے حیائی کی پیش گوئی بھی ماننی پڑے گی۔ اقبال کی صداقت میں کوچہ گرد اشترا کیوں، مُزدکیوں، دین دشمنوں، مدرسوں، مکتبوں، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں چھپے ہوئے دانش دشمنوں کو تو شک ہو سکتا ہے مگر اقبالیات میں غوطہ زن لوگوں کو اس کی صداقت کا یقین ہے۔ فخر زمان تو کہتے ہیں کہ وہ اقبال پیش کرنا چاہیے جو ہے، خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے اقبال سے ناانصافی نہیں کرنی چاہیے اور جاوید اقبال کہتے ہیں کہ حضرت علامہ نے دین کی وہی تعبیر کی ہے جو اس دور میں خود جاوید صاحب کرتے ہیں، کہنے کو تو خلیفہ عبدالحکیم بھی بہت کچھ کہہ گئے ہیں مگر حکیم جسور نے خود جو کچھ کہا ہے وہ ان ''تکہ'' بند اور جتھ بند خواص الناس بلکہ ''ستیاناس'' لوگوں کی آراء اور تعبیروں سے بہت مختلف بلکہ یکسر مختلف ہے۔ وہ تو حکمرانوں اور اُن کے حاشیہ نشینوں کو کہتے ہیں:

اس کے آبِ لالہ گوں کی خونِ دہقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی کیمیا

جاگیرداروں، ان کے چمکیلے ''بھوتوں'' ان کی رُتوں اور ان کی مسرتوں کی حقیقت صرف یہ ہے کہ یہ جاگیردار...... خونِ دہقاں اور خونِ مزدور سے اپنا ارغوانی چہرہ سجائے اقتدار پر براجمان رہتا ہے۔ جاگیردار کی ذہنیت، اس کے رویّے اور اس کی خصلت وجبلّت یہ ہے کہ علاقے کا مولوی اس کی مرضی کا، ہیڈ ماسٹر اس کی مرضی کا، تھانہ اور تھانے دار اس کی مرضی کے، پٹواری اس کی مرضی کا اور علاقے کے بدمعاش اور دہشت گرد اس کے پالتو ہوں، جیسے کوٹھیوں کے دروازوں پر زنجیروں میں

بندھے کُتے اوران کُتوں کے نوکر......انسان۔دیکھئے! یہ انسان اللہ کے دین سے بے تعلق ہو کے جاگیردار کے کتے کا نوکر بن گیا۔دیکھ تیرا بندہ کدھر گیا۔یارب!

''اے انسان! تو اپنے ربِ کریم سے کیوں روٹھ گیا ہے؟(القرآن، سورۃ انفطار، آیت ۶)

پھران بگڑے ہوئے بندگانِ بے دام کی کیا جرأت کہ دیہہ خدا کے اشارۂ ابرو پر نہ ناچیں۔جاگیردار اپنی جدّی، فرنگی کی بخشیش پر رہتا ہو یا ملک کو خاندانی جاگیر بنالے، اس کے پالتو دہشت گردوں کی کیا جُرأت ہے کہ وہ ''سائیں'' کی حکم عدولی کریں۔سائیں لکشمی جی نے پھر اپنے لکشمی چوک میں بڑھک ماری اور دہشت گردوں نے اپنے سائیں کی بات مانی اور کراچی میں پھر بیساکھی منائی گئی۔

''او جٹا آئی وساکھی، آئی وساکھی، آئی''

دراصل اس تازہ حادثے سے سمجھ یہ آیا ہے:

''او لکشمی، منگ وساکھی امریکہ توں، منگ وساکھی''

جب ''بیساکھیوں'' پر ہی والی شہر نے جینا ہے اور مانگے تانگے پر ہی گزارہ ہے، تو نیویارک اور واشنگٹن سے بیساکھیاں اسی طرح آئیں گی جس طرح سقوطِ مشرقی پاکستان پر امریکی بحری بیڑہ آیا تھا۔وہ پاپا نے مانگا تھا یہ پنکی مانگ رہی ہے۔سائیں نے کنکھیوں سے دہشت گردوں سے کہا کہ اتنا ہی مطلوب ومقصودِ حاکم تھا اب بس کرو۔انہوں نے بس کردی۔

میرا مشاہدہ یہ ہے کہ سرمایہ پرست، اقتدار پرست اور جاگیردار اپنے پالتو ضرور رکھتا ہے تاکہ دہشت ووحشت پھیلے اوراس کا دبدبہ بھی بڑھے۔اس کی لیلائے اقتدار، دراز قامت ہو، علاقائی یا ملکی باسیوں میں سیاسی ''داسیاں'' پیدا ہوجائیں اور عوام میں خوف بہ حدِ لرزہ پیدا ہوجائے تو دہشتگردی روک لی جاتی ہے۔یہ جاگیردار کی فطرت ثانیہ ہے اور اب کہ...... ''نشأۃ ثانیہ'' ہے۔اب تو یہ سیاسی روّیہ بہت ضروری ہے۔اب تو یہ بھی ضروری ہے کہ کہا تو یہ جائے کہ ہم نے زبردست اقتصادی پروگرام بنایا ہے۔پاکستان میں غربت نام کو نہیں رہے گی۔فی کس آمدنی سنگاپور کے معیار پر آجائے گی۔امریکی سرمایہ کار پاکستان میں ساڑھے چودہ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کریں گے ملک میں بشاشت، بہار اور خوشیاں رقص کرنے لگیں گی۔لوگ ضیاء الحق کی آمریت کو ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے۔مگر ہو یہ رہا ہے کہ ملک میں دو کھرب اکتالیس ارب روپے کے کرنسی نوٹ چھاپ کر پھیلا دیئے گئے ہیں اور وزیر داخلہ کو مامور کردیا گیا کہ ان کرنسی نوٹوں کے ذریعہ لوگوں کے منہ بند کردو، مخدوم شہاب الدین کو حکم دیا گیا کہ چونکہ ''پشتینی مخدوم'' ہیں لوگ بپاسِ خاطرِ عاطر آپ کی بارگاہ میں ویسے ہی جھکے رہتے ہیں، لہذا ''بجٹ وار'' میں عوام کو شکستِ فاش دینے کے لیے آپ اپنی مخدومی کو استعمال کریں اور جائے اور خوب استعمال کریں، تاکہ کثرتِ استعمال سے عوام کا کچومر بن جائے اور پاکستان کا ابلیس صفت فیوڈل لارڈ اس کچومر کو دوپہر کے کھانے کے ساتھ چسکہ لے لے کے کھا سکے اور ''کچومر ساز ادارے'' کی جی بھر کے داد دے سکے۔دادِ شقاوت بھی اور دادِ ندامت بھی! کیونکہ، ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے:

''اقتدار، دنیا میں امانت ہے اور آخرت میں رُسوائی وندامت!''

(۱۴/اپریل ۱۹۹۵ء)